السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

علمائے کرام کا ایک طبقہ اس بات کے حق میں ہے کہ بدلتے ہوئے حالات ، گوناگوں ترقیاں اور نت نئے مسائل اور ضرورتوں پیش نظر فقہ اسلامی کے اصول وقواعد میں بھی تجدید اور تبدیلی کی ضرورت ہے جب کہ دوسرا طبقہ کسی قسم کی تبدیلی یا تجدید کے حق میں نہیں ہے ۔ اس سلسلے میں آپ کا کیا موقف ہے ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

تجددپسندی اور تبدیلی کے نام پر بعض لوگوں نے مذہبی معاملات میں کچھ یوں فتنے کھڑے کردیے کہ علمائے کرام اور دین دار حضرات اس لفظ سے کچھ چڑ سے گئے ہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مغرب پرست ذہنیت رکھتے ہیں اور جدت پسندی کی آڑلے کر امت مسلمہ کی اسلامی شناخت کو سبوتاژ کرنے پرتلے ہوئے ہیں ۔ انھی لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ ان کی نئی باتیں وہ ہیں جو یورپ میں قدیم ہوچکی ہیں ۔ یہ توکعبے کو بھی بدل دینا چاہتے ہیں ۔ کیا اسکےلیے وہ یورپ سے پتھر لے کر آئیں گے ؟ان کی تجددپسندی یہ ہے کہ یہ لوگ اسلامی نظریہ حیات اور اسلامی شعائر کے مقابلے میں یورپ کے افکار ونظریات اور ان کے عادات واطوار کو اختیار کرنا چاہتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تجدید پسندی کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہوسکتی ۔ میں نےاپنے کسی مقالہ میں لکھا ہے کہ اس قسم کی تجددپسندی کو "تجدید" نہیں بلکہ "تبدید (تباہی) کا نام دینا چاہیے ۔ تاہم اُصولی طور پر تجدد اور تبدیلی نہ صرف شرعاً جائز ہے بلکہ تیزی سے بدلتے ہوئے حالات اور نئی دنیا کی نئی نئی ضرورتوں کے پیش نظر تجدید پسندی وقت کی اہم ضرورت بن چکی ہے ۔ خواہ معاملہ دنیا کا ہو یا دین کا ۔ حتیٰ کہ ایمان جو کہ دین کا سب سے بنیادی عنصر ہے اس میں بھی وقتاً فوقتاً جدت کی ضرورت ہے ۔ اس سلسلے میں ایک حدیث ہےجسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وروایت کرتے ہیں :

(إِنَّ اللَّہَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا " (ابوداوداور حاکم "

’’بے شک اللہ تعالیٰ اس اُمت میں ہر سوسال کے بعد ایسی شخصیت بھیجتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے ۔ ‘‘

ان احادیث سے واضح ہے کہ دین وایمان کے معاملات میں تجدید کا عمل ہماری شرعی ضرورت ہے ۔ اس لیے وہ تمام علوم جن کا تعلق ہمارے دین سے ہے مثلاً علم تفسیر ، علم فقہ ، علم اُصول فقہ اور علم کلام وغیرہ ۔ ان تمام علوم میں نئے حالات اور بدلے ہوئے زمانے کے پیش نظر مسلسل ریسرچ اور تحقیق ہونی چاہیے اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے ان علوم میں بعض تبدیلیوں اور جدتوں کو شرعی ضرورت سمجھتے ہوئے قبول کرنا چاہیے ۔

اُصولِ فقہ بھی ایک اسلام علم ہے جسے شروع دور میں فقہاء کرام نے ایجاد کیا تھا تاکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہی مسائل کے استنباط کے قواعد واصول معلوم کیے جاسکیں ۔ ماضی میں اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھی جاچکی ہیں ۔ مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی "الرسالہ " اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی "ارشاد الفحول " اور دور حاضر میں بھی اس موضوع پر مختلف کتابیں اور مقالات لکھے گئے ہیں اور کل سے آج تک کے اس لمبے علمی سفر میں فقہائے کرام نے اس علم میں حالات اور حاجات کی مناسبت سے مختلف وسعتیں اور جدتیں پیدا کیں ۔ اس تجددپسندی کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ اجتہاد کے دروازے کو بند نہ کردیا جائے جیسا کہ بعض علمائے کرام نے اسے بند کرنے کی کوشش کی تھی ۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ فقہ اسلامی کے بعض اصول ایسے ہیں جو قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں اور جن کی حیثیت قطعی اور اٹل ہے ۔ جن میں کسی قسم کی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔ یہ وہ اُصولی اور بنیادی احکام ہیں ، جن پر ہمارے دین کی عمارت کھڑی ہے اور جن پر قیامت تک ہر زمانہ اور ہر قسم کے ماحول میں یکساں طور پر عمل کرنا لازم ہے ۔ مثلاً :

وَلا تَزِرُ وازِرَةٌ وِزرَ أُخرىٰ ١٨ ... سورة الفاطر

’’کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ۔ ‘‘

یعنی ہر شخص اپنے گناہوں کا بوجھ خود ہی اٹھائے گا ۔ کسی شخص کو کسی دوسرے شخص کے گناہوں کی سزا نہیں ملنی چاہیے ۔ یہ ایک ایسا اُصول ہے جو تا قیامت برقرار رہے گا اور اس میں کوئی تبدیلی جائز نہیں ہے ۔

۔ وَما جَعَلَ عَلَيكُم فِى الدّينِ مِن حَرَجٍ ٧٨ ... سورة الحج2

’’اور اللہ نے تم پر دین میں کوئی سختی اور مشقت نہیں رکھی ہے ۔ ‘‘

یہ بھی ایک اُصولی حکم ہے کہ دینی معاملات میں حتی الامکان قدرے نرم اور آسان پہلو اختیار کرنا چاہیے ۔ بلاوجہ کی مشقتوں کو اختیار کرنا ہمارے دین کا مزاج نہیں ہے ۔

3) ۔ "إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ" (بخاری ، مسلم

''ہر طرح کے اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔''

یہ بھی ہمارے دین کا اُصول اور بنیادی پہلو ہے کہ انسان کو اس کے اعمال کا بدلہ اس کی نیت کے لحاظ سے دیا جائے گا۔

"لَاضَرَرَوَلَاضِرَار" (موطا امام مالک 4) ۔

''نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ۔''

اس اُصولی حکم کے تحت کوئی بھی ایسا عمل جائز نہیں ہے جس میں انسان کے لیے نقصان کا پہلو ہو۔

یہ چند مثالیں ہیں ان اٹل اور قطعی اُصول وقواعد کی۔ یہ وہ اُصول ہیں جن پر تاقیامت اسی طرح عمل ہوتا رہے گا اور ان میں کسی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ان اٹل اور قطعی اُصول وقواعد کے مقابلے میں اسلامی شریعت کے اندر بے شمار ایسے اُصول وقواعد ہیں جن کی حیثیت قطعی نہیں ہے اور جن میں بدلتے ہوئے حالات اور نئے زمانے کی نئی ضرورتوں کے پیش نظر تبدیلی اور تجدد کی گنجائش ہوتی ہے تاکہ ہماری شریعت کے احکام ہر زمانے کے حالات سے ہم آہنگ ہوسکیں۔ واضح رہے کہ قطعی اصول وقواعد کے مقابلے میں غیر قطعی اصول وقواعد کی تعداد بے شمار ہے۔ یا بالفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہماری شریعت کے وہ اصول جو قطعی ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے اور ان اصول وقواعد کی تعداد بہت زیادہ ہے جنھیں زمانے کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ بدلنے اور ہر دور کے حالات سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کام صرف وہی علماء وفقہاء کرسکتے ہیں جن کے اندر اجتہادی صلاحیت ہوتی ہے۔

بہر حال جدت پسندی کے نام پر نام نہاد اسلامی اسکالروں کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ اور قطعی اُصول وقواعد میں خوامخواہ دخل اندازی کریں اور انھیں اپنی ذاتی خواہشات کی تکمیل کے لیے بدلنے کی کوشش کریں۔ اس طرح تو سارا دین ان کے ہاتھوں میں کھلونا بن کررہ جائے گا۔ ذرا ان کی جراءت پر غور کیجئے کہ یہ لوگ قرآن کے بعض احکام کو بھی بدل دینا چاہتے ہیں مثلاً قرآن کا واضح حکم ہے کہ وراثت میں مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں دوگنا حصہ ملے گا۔ لیکن یہ لوگ عورتوں اور مردوں میں مساوات کا نعرہ بلند کرتے ہوئے ان دونوں کو برابر برابر حصہ دینا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ ہر دور اور ہر معاشرہ میں نان ونفقہ کی ذمے داری مردوں پر ہوتی ہے۔ عورت خواہ امیر ہو یا غریب گھر کی معاشی کفالت کی ذمے دار نہیں ہوتی ہے۔ اگر وہ سروس کرتی ہے تو محض رضا کارانہ طور پر۔ ان معاشی ذمے داریوں کے پیش نظر مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں دوگنا حصہ ملتا ہے۔

بعض حضرات کی زبان سے یہاں تک سنا گیا ہے کہ سور کا گوشت قرآن نے اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ اس کی غذا ناپاک چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ چونکہ آج کل کے سور ناپاک اشیاء پر نہیں پلتے ہیں بلکہ بڑی صفائی کے ساتھ ان کی نگہداشت ہوتی ہے اس لیے آج کل کے سور کا گوشت حرام نہیں ہونا چاہیے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی خواہشوں اور مرضیات کو اللہ کی شریعت کے تابع نہیں بلکہ اللہ کی شریعت کو اپنی خواہش کی مرضی کے تابع بنانا چاہتے ہیں۔ یہ اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ اسلام کو زمانے کی ترقیوں کے ساتھ ساتھ چلنا چاہیے۔ میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ یہ لوگ اسلام کو زمانے کی ترقیوں کے ساتھ کیوں چلانا چاہتے ہیں؟ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ دنیوی ترقیوں کو اسلام کے مزاج کے مطابق اور اس سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کریں؟ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے حاکم کو محکوم اور محکوم کو حاکم بناڈالا ہے۔

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ٥٠ ... سورة المائدة

''کیا یہ لوگ زمانہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور اللہ کے حکم سے بہتر کیا ہوگا ان لوگوں کے لیے جو یقین وایمان رکھتے ہیں۔''

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاوی یوسف القرضاوی

اُصول فقہ، جلد: 2، صفحہ: 67

محدث فتویٰ